ضبط و ترتیب : ادارۃ الحق

الدین یسر ـــــ زکوٰۃ اور عشر کا فلسفہ

(خطبۂ جمعۃ المبارک ۲ر ستمبر ۱۹۷۰ء)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدین یسر

محترم بزرگو! ہم سب اللہ جل جلالہ کی مخلوق ہیں، اور ہمارے پاس جو کچھ بھی نعمت ہے وہ خداوندکریم کی دی ہوئی ہے۔ وما بکم من نعمۃ فمن اللہ۔ جو نعمت بھی ہے ہاتھ پاؤں آنکھ، کان، زبان، حیات، زندگی اور وجود، مال، دولت اولاد، زمین، مکان، سلطنت غریبی اور امیری سب کچھ اللہ کی طرف سے انعام ہے۔ اوپر سے ہمیں ظاہری و باطنی نعمتوں سے اللہ نے ڈھانپ دیا۔ واسبغ علیکم نعمہ ظاہرۃً وباطنۃً۔ اور ہم جب لاالٰہ الا اللہ کا کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں تو گویا یہ ایک معاہدہ ہے خداوندکریم سے کہ اے اللہ میری زندگی کا ہر کام، ہر شعبہ، ہر عمل تیرے قانون اور منشاء کے مطابق ہوگا اور وہ قانون اللہ کا دین اسلام ہے جو سیدنا و شفیعنا و حبیبنا سید المرسلین خاتم النبیین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ہمیں ملا۔ اب ہمیں اس دین کا پابند رہنا ہوگا۔

انّ صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العالمین۔ میری زندگی اور موت میری عبادت اور قربانی خالص اللہ کی رضا کیلئے ہوگی وہ اللہ جو سارے عالم کا پالنے والا ہے اور ایک جگہ ارشاد فرمایا: انّ اللہ اشترٰی من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ۔ مسلمانوں کی جان اور مال اللہ نے خرید لیا ہے جنت کے بدلہ میں مسلمان اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے تو جان مال عزت و آبرو اللہ کی راہ میں لٹاتا ہے اس لئے کہ یہ سب کچھ اللہ پر فروخت کر دیا ہے اور اس کے بدلہ اللہ نے اس سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ الغرض ہمارے ساتھ جو کچھ بھی ہے اپنا اور خود ساختہ نہیں، نہ کسی اور نے دیئے ہیں۔ بلکہ اللہ کا دیا ہوا ہے ـــ تو

ہماری حیثیت اُس غلام کی ہے جسے خزانچی بنا دیا جائے اور خزانچی اس کو کہتے ہیں کہ اس کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اس کا صرف نگران ہے۔ وہ اس میں جو بھی تصرف کرے آقا کی اجازت اور اشارہ کے مطابق کرے گا۔ اپنی طرف سے کچھ بھی اختیار نہیں۔ اور ایک خزانچی اسے اپنی عیش وعشرت میں لگا دے۔ ملازم ہے اور ملازمت کا وقت اپنے کاموں میں لگائے تو سب اُسے خزانچی نہیں بلکہ خائن اور غاصب کہتے ہیں۔ نہ ایسا ملازم تنخواہ کا حقدار سمجھا جاتا ہے۔ تو دنیا میں مجازی مالک خواہ عوام میں سے ہو یا خواص حکومت ہوں یا رعایا اگر انہیں کوئی چیز بطور امانت دیدیں تو وہ تصرف کا مجاز نہیں ہوتا۔ اپنے طرف سے ذرہ بھر بھی تصرف نہیں کر سکتا۔ جبکہ مجازی مالکوں کا اللہ جیسے مالک حقیقی سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ اس لئے کہ ہر نعمت کا موجد اس کا بنانے اور پالنے والا اللہ ہی ہے۔ مجازی مالک ایسا کب کر سکتا ہے۔ وہ مالک حقیقی سب کچھ ہمیں دے دیتا ہے۔ البتہ سال بعد شخصی اموال میں زکوٰۃ کا حکم دیتا ہے۔ پھر دین کی آسانی کو دیکھئے کہ جب تو حکومت نظم ونسق چلائے تو لوگوں سے ٹیکس لیتی ہے اور ٹیکسوں کا حال آپ کو معلوم ہے جس پر ٹیکس لگایا گیا ہے۔ خواہ اس کی حالت جیسی بھی رہی ہو تنگی ہو یا سہولت، نفع کمایا یا نقصان، وہ قرض لیکر دے گا مگر ٹیکس معاف نہیں ہوگا۔ ٹیکس مالیہ وغیرہ ہر حال میں حکومت وصول کرتی ہے، خواہ دینے والے کی صلاحیت اور طاقت ہو یا نہیں۔

—— مگر اللہ کی شان کریمانہ دیکھئے کہ تجھے مال کا امین بنایا کہ جائز طریقوں سے اسے خرچ کرو۔ اہل وعیال خویش اقارب دوست احباب پر لگایا کرو، البتہ اسے ظلم اور فساد کا ذریعہ نہ بناؤ، اسراف اور تبذیر نہ کرو۔ اس پر فخا نشی نہ کرو۔ اور اگر سال بھر یہ مال آپ کے پاس ذاتی ضروریات پر خرچ ہوتا رہا اور سال بعد جب دیکھا تو پھر بھی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کے برابر روپیہ یا اتنا ہی سامانِ تجارت موجود ہے اور تم قرضدار نہیں ہو تو حکم دیا کہ اس میں زکوٰۃ دو وہ بھی سو میں پچاس فیصد نہیں، پچیس فیصد نہیں جبکہ دنیا میں بعض اوقات اس سے بھی زائد ٹیکس میں سے لیا جاتا ہے۔ بلکہ صرف ڈھائی فیصد ادائیگی کا حکم دیا گویا ۱/۴۰ اللہ کیطرف سے زکوٰۃ کا حکم ملا۔ زمین کی اُس پیداوار کا یہی حال ہے، جو زمین کی قیمت بڑھانے کیلئے ہو، گھاس پھوس نہ ہو بلکہ وہ زمین کی نمو اور ترقی کے لئے ہو تو اگر بارش سے ہوا ہو تو دسواں (عشر) دیدو کہ آبیانہ اور آبپاشی کا بوجھ بھی نہیں اٹھایا۔

اللہ نے بارش برسائی، اُسے اگایا بغیر کسی زیادہ محنت کے کاشتکار کو پیداوار ملی۔ اور اگر مشین کنواں، رہٹ وغیرہ سے آبپاشی کی ہو تو بیسواں حصہ (نصف العشر) ادا کرنا ہوگا۔ الغرض اس میں بھی مصلحت رکھی کہ یہ اموال کا وجوب تجدید عہد کی ایک صورت ہے کہ اپنے آپ کو مال و دولت میں اللہ کا نائب اور خزانچی سمجھے کہ اصل مالک اللہ ہے اور کسی مالک کے حکم کے بغیر کوئی تصرف کرنا چوری اور ڈاکہ ہے۔ لیکن جب اپنے کو غلام سمجھتے ہو تو رب العزت کو اس عہد کی تجدید اور تسلیم و انقیاد کا ثبوت زکوٰۃ و عشر کی شکل میں دینا پڑے گا۔ تاکہ پتہ چلے کہ یہ غاصب ہے یا خزانچی۔ اب کوئی زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل ہو اور نہ ادا کرے تو گویا اس کا عقیدہ اللہ کی ربوبیت اور خالقیت کا بدل گیا ہے۔ اور اپنے آپ کو خود مختار اور مالک حقیقی سمجھنے لگا ہے۔ باغی ہے خزانچی نہیں۔ اور جو خزانچی باغی ہو جائے تو مالک اُس سے مال و دولت چھین کر کسی وفادار اور دیانتدار خادم کو دیدیتا ہے۔ اس لئے اللہ نے اپنے فرمانبردار غلاموں کو حکم دیا کہ ظالم باغی اور سرکش بندوں کے مال و دولت پر تمہیں اختیار دیدیا گیا انہیں جہاد میں قتل کرسکتے ہو ان کے اموال چھین سکتے ہو۔ اسے جہاد اور غنیمت سے تعبیر کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں عموماً اقیموا الصلوٰۃ کے ساتھ اللہ نے وآتوا الزکوٰۃ کا بھی حکم دیا ہے۔ پہلا جملہ نماز کی ادائیگی کرنا بندہ کے وفادار غلام ہونے کی علامت ہے۔ اس لئے کہ نماز میں جو عجز و بندگی ہے۔ اتنی کسی اور عمل یا عبادت میں نہیں۔ تو فرمایا کہ اسے غلام اب تجھے خزانچی بھی بنا دیا، مال و دولت بھی دیدی۔ اب تجھے اموال کا مالک بناتا ہوں اس میں بھی اپنی غلامی اور بندگی کا ثبوت زکوٰۃ کی شکل میں دیتے رہو۔ اور یہی نکتہ ہے نماز اور زکوٰۃ کے اتصال کا کہ عبادات کی ادائیگی سے مال و دولت کی فراخی بھی آئے گی اور حکومت و سلطنت بھی مل جائے گی۔ اس لئے قرآن میں جگہ جگہ ایمان اور عمل صالح پر خلافت ارضی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور تمکین فی الارض حکومت و سلطنت کا مقصد اقامت صلوٰۃ، ادائیگی زکوٰۃ اور امر بالمعروف نہی عن المنکر بتلایا گیا ہے۔ نماز کی فرضیت سے جسم اور جان پر اللہ کی ملکیت تسلیم کرنے کا اعتراف ہوگا اور نماز پانچ وقت فرض کی گئی۔ مگر اس میں بھی اتنی سہولتیں رکھی گئی ہیں کہ دنیاوی کسی نوکری یا ملازمت میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ جو حالت بھی ہو ملازم ڈیوٹی پر جائے گا۔ مگر دین میں یہ تنگی نہیں۔ ماجعل علیکم فی الدین من حرج۔ طوفان ہو، بارش ہو تو

گھر میں نماز پڑھو، بیمار ہے صاحب عذر ہے تو بیٹھ کر پڑھے یہ بھی نہ ہوسکے تو چارپائی پر لیٹ کر اشارہ سے پڑھے۔ اندھا ہے لنگڑا ہے تو گھر میں پڑھے، پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو تو تیمم کرے۔ سفر میں ہے۔ تو صلوٰۃ قصر یعنی ۴ رکعت فرض کی بجائے دو رکعت پڑھے۔ کیا دنیا کے کسی اور قانون میں اتنی گنجائش ہے۔؟ کہ عدالت میں حاضر ہونے کی بجائے گھر میں بیٹھ کر حاضری لگا دے۔

—— الغرض ہر عبادت بدنی میں اس کی ملکیت جسمانی کا اعتراف ہے وہ جسم جو اللہ پر فروخت کر دیا گیا ہے ہمارا ہے کیا؟ سب خداداد ہے۔ اسی طرح سہولت نماز زکوٰۃ کے علاوہ دیگر عبادات میں بھی ہے۔ حج بھی استطاعت پر موقوف ہے۔ زکوٰۃ میں حولانِ حول اور نصاب کی شکل میں سہولت ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے دین میں جو اور سہولتیں ہیں اس کا بھی حد و حساب نہیں۔

بعض ادیان میں گناہوں کی سزا قتل نفس تھی، گھر پر لکھدیا جاتا کہ یہ مجرم ہے فلاں جرم کیا ہے۔ کپڑا پلید ہو جاتا، تو اُسے کاٹ دیا جاتا یا جلا دیا جاتا۔ تیمم کی گنجائش نہ تھی، نماز صرف مسجد میں ادا ہو سکتی تھی۔ اسلام کہتا ہے کہ جتنا بھی بڑا گناہ کیوں نہ کیا ہو۔ اس پر اظہار ندامت کرو، روؤ، استغفار کرو۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ معاف کر دے گا۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ۔ پھر گناہ ہوگیا تو پھر آجاؤ۔ توبہ کرو ؎

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ   این درگہ ما درگہ نومیدی نیست

ہاں حقوق العباد معاف نہیں ہوتے۔ جب تک کہ ادا نہ کئے جائیں۔ حقوق العباد میں اللہ تعالیٰ کی حق تلفی بھی ہو جاتی ہے۔ اس گناہ کا ازالہ رونے دھونے سے ہو جائے گا مگر بندہ کا حق ادائیگی سے ہی معاف ہوگا۔ گویا یہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہم عاجزوں کے حقوق کی پاسداری کے لئے لازم کرایا کہ اوروں کو نقصان نہ ہو۔

الغرض پورا دین اتنا آسان اور پھر اتنا نفع بخش کہ دین و دنیا کی سرخروئی حاصل ہو جاتی ہے۔ دنیا و آخرت کا اس میں نفع ہو جسطرح اللہ نے اس دین کے صدقے صحابہ کرامؓ کو دنیا و آخرت کا چاند اور سورج بنا دیا۔ ایک بے آسرا اور بغیر آلات و وسائل قوم کے ذریعہ دنیا میں حکومت عادلہ قائم کر دی۔ ہر ایک جنت کا پھول اور باغ بن گیا۔ اور سب سے بڑھ کر رضائے الٰہی کی نعمت پر فائز ہوئے۔ اور اگر عبادات اور احکام میں بعض مرتبہ کچھ تنگی اٹھانی بھی پڑھ جائے

تو آخرت کی کامیابی کے بدلے اس کی کیا حیثیت ہے۔ کاشتکار اور دکاندار ذرا سے نفع کے لئے سال بھر مشقت کرتا ہے تو یہ تنگی کہاں اس کے بدلے میں عرش کے سایہ میں بیٹھنا نصیب ہوگا۔ جبکہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ۵۰ ہزار سال کا دن ۲ رکعت نفل ادا کرنے کے وقت کے برابر ہو جائے گا۔ پھر اگر عبادات میں کچھ پابندی بھی ہو تو کیا۔ دنیا کے سارے کاموں میں پابندی نہیں؟ کھانے پینے، لباس پہننے، قضائے حاجت کرنے میں پابندی نہیں؟ گھر بار اہل وعیال کی ذمہ داریاں اٹھانے میں پابندی نہیں؟ ملازمت، تجارت میں پابندی نہیں؟ اگر یہ سب کچھ نفع کی خاطر کرنا پڑتا ہے تو دین کو بھی نہایت خوشی سے اپنانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس آسان دین پر عامل بنا دے آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔